اس صورتِ حالات کی اصلاح و تبدیلی کے لئے عرصہ سے مفکرینِ اسلام غور کر رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ عملی طور پر کوئی ایک موثر کوشش بھی اب تک بروئے کار نہیں آئی۔ اس سلسلہ میں ہمارے محترم جناب مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ نے اپنا ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے جس کی پوری وضاحت تو آپ کو اس کتاب سے ہوگی جو ندوۃ المصنفین کے زیرِ اہتمام زیرِ اشاعت ہے لیکن حال میں ہی ایک اخبار میں آپ کا جو بیان شائع ہوا ہے، اس سے بھی اس پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ہمارے نزدیک مولانا نے یہ نظریہ پیش کرکے اربابِ نظر کے لئے ایک نئے انداز سے مسئلہ زیرِ بحث پر غور و فکر کرنے کا دروازہ کھولا ہے۔ آئندہ اشاعت میں ہم اس کا تذکرہ مع اپنے تبصرہ کے کریں گے۔

حلقۂ ندوۃ المصنفین سے باخبر حضرات کو معلوم ہے کہ کلکتہ، دہلی کے مشہور صاحبِ خیر جناب محترم شیخ فیروزالدین صاحب (جے، بی فیروز کمپنی) شروع ہی سے اس ادارے کے سب سے بڑے محسن ہیں، موصوف نے ہر مرحلہ پر تصنیف و تالیف کے اس سنجیدہ اور خاموش مرکز کی شاہانہ اعانت فرمائی ہے ان کو نہ صرف یہ کہ ندوۃ المصنفین کا پرسکون اور بے لوث اندازِ خدمت پسند ہے بلکہ اس کے ذمہ دار کارکنوں سے شخصی طور پر بھی ایک خاص قسم کا تعلقِ مودت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں آپ نے اپنے لائق اور سعادت مند فرزند میاں محمد یوسف صاحب بی اے کی شادی کی تقریب مسعود کی خوشی میں مختلف اسلامی اور دینی اداروں کو جو گراں قدر عطیات مرحمت فرمائے ہیں کسی ادنیٰ تحریک کے بغیر آپ نے اس میں ندوۃ المصنفین کو بھی سرفہرست رکھا اور مبلغ پانچسو روپے مرحمت فرمائے۔ مقدار کے لحاظ سے یہ رقم اگرچہ آپ کی پہلی مسلسل نوازشوں کے مقابلہ میں قابلِ ذکر نہیں لیکن اس اعتبار سے بہت قابلِ قدر ہے کہ آپ نے اس تقریب سعید کے موقع پر از خود اپنے اس ادارے کو یاد فرمایا جس کی تعمیر کی ہر منزل میں آپ کا دستِ کرم کارفرما ہے۔ قومی اور ملی اداروں کی اس برمحل فیاضانہ اعانت سے آپ نے ان متمول حضرات کے لئے بہت اچھا اسوہ قائم کیا ہے جو اپنی امارت و وجاہت کی نمائش میں تو لاکھوں خرچ کرتے ہیں لیکن ملی ضرورتوں کے احساس کے لئے ان کی جیبوں پر قفل چڑھ جاتے ہیں۔ ہم جناب موصوف کا صمیمِ قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اربابِ ثروت کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں۔